

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے
 مجلس مکرر حزب الانصار بھیرہ ادارہ عالیہ محمدیہ کا ترجمان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵
 قیمت ۱۰ روپے

ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ پنجاب

معاونین
 عوام سے
 طلبہ سے

جلد ۱۵ بھیرہ پنجاب، صفر المبارک ۱۳۶۳ھ مطابق فروری ۱۹۴۴ء نمبر ۲

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	مضامین نگار حضرات
۱	منقبت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	محترم اقبال احمد خان صاحب
۲	نہر سہی تعلیم کی ترویج کے لئے ایک تجویز	از مولانا حافظ محمد عبد القدوس صاحب فاضل دیوبند
۳	حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم	مولانا حبیب اللہ صاحب امرتسری
۴	ایک ضروری عرض	مولانا سید سیاح الدین صاحب فاضل دیوبند
۵	سیرت خلفاء پر عظیم الشان جلسے	سید شریان جمعیتہ المسلمین کھٹک کے باری
۶	دارحی کے متعلق ایک سوال	منقول از رسالہ ترجمان القرآن
۷	باور کا حسین رضی اللہ عنہ	ادارہ
۸	شہیدانِ حقین کی شہادت	از مولوی عبد الرحمن صاحب خلیل نظام آبادی
۹	اطلاعات	

سرخ پشیل کا نشان { یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پشیل کا نشان لگایا گیا ہے جن کیپنے کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کاچندہ بذریعہ سنی آرڈر حلیہ روانہ فرمائیں۔ اگر خداخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پست کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ وی۔ پی ارسال خدمت ہوگا۔ جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی و اخلاقی فرض ہوگا۔

(غلام حسین منیجر شمس الاسلام)

یہ ماہنامہ ہر ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اس کی اشاعت کے لئے عوام سے تعاون و اشتیاق کی ضرورت ہے۔

منتخب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(ارجناب اقبال احمد خان صاحب سہیل ایدو کیٹ اعظم گڑھ ایم۔ ایل۔ اے)

در رسالت پہ سر محمد کاٹے جناب فاروق آسے ہیں
وہ جس کو خود مقصد و دو عالم لصد تمنا بلا رہے ہیں
اُدھر حرم و جد کر رہے رسول اُدھر سگارا رہے ہیں
عجم کے والی لرز رہے ہیں حرم کے بت تھر تھر رہے ہیں
مواکدہ بالارین فہیم کہ یام و درجہ گار رہے ہیں
طریق دین بندی میں جن کے قدم ابھی ڈمگ رہے ہیں
نماز کبے میں ہو رہی ہے نریتے غوثیاں منا رہے ہیں
خیل مسرور ہیں جہاں میں مراد تعمیر پار رہے ہیں
عجم تک آواز جا رہی ہے غیب میں خطہ بنا رہے ہیں
ابالسد کی نہ پوچھو حالت کہ خوف سے تھر تھر رہے ہیں
ہوئے وہ شاہوں کے آج ہمسر بھی جو کل تک گدا رہے ہیں
برائے تعمیر بیت اقدس سفر کی زحمت اٹھا رہے ہیں
خدا کی رحمت سے سایہ گستر ملائکہ پر بچا رہے ہیں
غلام توبے موارثہ پیادہ پا آب جا رہے ہیں
وہ زور بازو دکھائیں کیچھو زور و ایمان دکھا رہے ہیں
ہزاروں زور آرا ہوسے ہیں ہزاروں کشتور کٹا رہے ہیں
جناب یحییٰ مدقون تک رفیق شمس الصبیح رہے ہیں
نہ اس جہاں میں جداریں گے نہ اس جہاں میں جدار رہی ہیں

ملائکہ آج آسمان پر ترانہ شکر گار رہے ہیں
وہ دین حق کی اساس محکمہ قصر ایماں کارکن اعظم
رسول کی آرزو برآئی۔ احرم کی نقتہ پر جاگ اٹھی
عمر کی آمد غلغلہ ہے۔ قصر کسیری میں لرز رہے ہیں
قضا میں رمضان شفق کا چیم بتوں میں برپا ہی بزم ماتم
عمر کے آنے ہی دیکھ لینا کہ وہ بھی اب استوار ہو گئے
نیض ہی مقدم عمر کا کہ در کھلا ہے خدا کے گھر کا
بلند ہے نام حق جہاں میں اذانیں گونجی ہیں آسمان میں
یہ شمع بزم چراکی صوبہ یہ برقی ردحایت کی رو ہے
عمر کے سایہ کی ہے یہ سبت کہ کانپ اٹھے مسکر خلعت
یہ عدل فاروق کا ہی منظر کہ سطح آسان ہوئی برابر
ہر قل و کسیری کی سفوت جو مٹا چکے ہیں جو ٹھوکر وں سے
نہ تیر و پکیاں نہ تیغ و خنجر نہ ساز و سامان نہ لاؤ لشکر
چلے ہیں سرکار اس ادا سے جلال پیدا ہے نقش پست
جلال سے حسن ہوسر توبے سب کیوں اکھاڑے در
کوئی دکھا دے جلال ایسا کوئی بنا دے مثال ایسی
بلا ہی ان کو وہ قلب شش شمار خود جس پہ برق ایمین
مزار اقدس کے دائیں بائیں حضور کی لیتے ہیں بلائیں

تھیک رندوں سے کہہ دو آئیں قلوب کی تشنگی بجھا میں
کہ آج صہبائے منقبت کی گلابیاں ہم انڈھا رہے ہیں

مذہبی تعلیم کی ترویج کے لئے ایک تجویز

(مولانا حافظ عبدالقدوس صاحب فاضل دیوبند مولوی فاضل مدرس دارالہند شرقیہ امرتسرہ)

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی تباہی کے ساتھ ساتھ ان کے تمام شعبہ نامے زندگی میں "تنزل و انحطاط" رونما ہوا جس طرح ان کی مال و دولت گنگا کے دانے کے مانند سے اسفنج کی طرح چوس چوس کر دریائے ٹائیگر کے کنارے پھوڑ گیا۔ اسی طرح ان کے ذہنی حیشے خشک کئے گئے۔ اور افلاس و فاقہ مستی کے ساتھ جہالت و بے علمی نے بھی ان کو آکھیرا بخیرہ کے ہاتھوں ہماری تعلیمی حالت کیسی برباد ہوئی۔ یہ ایک دردناک اور طویل داستان ہے جس کے سنسنے کا موقع نہیں مسلمانوں کے حقیقی رہنماؤں اور علمائے کرام کی مقدس جماعت کو مذہبی دیوانوں سے تعبیر کیا گیا۔ اور یہ مطلق الجیل کوشش کی گئی۔ کہ ان "دیوانوں" کی اس "دیوانگی" سے قرآنوں کی جماعت کو محفوظ کیا جائے۔ اور اس سلسلہ میں زیادہ تر یہ کوشش ہوئی۔ کہ خود پس پڑے پیٹھ کو "مصلحین قوم" کے ذریعہ قوم کی اصلاح کی جائے۔ اور مذہب کی اس دیوانگی کا علاج کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے کیا کچھ کیا گیا۔ کن کن کے ذریعے کیا گیا۔ اور کس کس طریقے سے کیا گیا۔ وہ کسی اور فرصت میں عرض کر دوں گا۔ اب تو تبتلا ناپسے کہ ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ساری قوم کی "اصلاح" ہو گئی۔ اور علماء کرام اور چند "وقیانوسی خیال" کے لوگوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے باقی عام طبقوں میں مذہب اور مذہبی تعلیم سے کافی اجنبیت پیدا ہو گئی۔ بلکہ مذہبی تعلیم کو ایک شیل لابیونی اور کادے کاہل سمجھا جانے لگا۔ لیکن اس عام مذہبی جہالت اور بے حسی کے باوجود ہر ذرا نیچے میں علمائے کرام سے کوششیں کیں۔ کہ مذہبی تعلیم کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ اور عوام و خواص کسی نہ کسی رنگ میں اس سے مستفید ہوں۔ چنانچہ عربی مدارس کے ذریعہ انہوں نے دینی تعلیم کی حفاظت کی اور ان کی برکت سے ابھی تک ہندوستان میں اسلام کا نام زندہ ہے۔ لیکن ان مدارس سے مہی لوگ مستفید ہو سکے یا نہ ہو سکے ہیں۔ جو جا کر دہاں طالب العلمانہ زندگی بسر کرتے ہوں۔ کالجوں اسکولوں میں اب بھی ہزاروں لاکھوں مسلمان زادے "مسلمان" ہوئے ہوئے مسلمانوں کے علم الف باب سے ناواقف ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کو مذہبی تعلیم دینے اور مسلمانوں سے باخبر کرنے کے لئے کوئی مفید سکیم تیار کی جائے۔ ہمارے محترم دوست مولانا عبدالقدوس صاحب نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل تجویز اشاعت کے لئے بھیجی ہے۔ جس میں انہوں نے مسلمانوں کے مختلف طبقات کو مذہبی تعلیم سے واقف کرنے کی ممکن صورتیں بتلا دی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے رہنما اور نمائندہ جماعتیں ان چیزوں پر بھی کچھ غور کرنے کے لئے کچھ فیصلے نکالیں۔ اور اس

مسلمانوں کی وحدت ملی کا راز مضمر ہے۔ (شمس الاسلام)

کا مشترک روگ ہے۔ مگر چونکہ ہر طبقہ کے مقتضیات اور ماحول جدا جدا ہیں۔ اس لئے کسی ایک مشترک نظام کے ذریعہ سب طبقوں کو مطمئن کرنا ناممکن ہے۔ اور مذہبی تعلیم کا

اس وقت علماء کو چھوڑ کر مسلمانوں کے تین طبقے ملک میں موجود ہیں۔ طبقہ عوام۔ متوسط درجہ کا تعلیم یافتہ طبقہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ مذہبی تعلیم سے ناواقف ان طبقات

کمل انتظام ہم اسی وقت کر سکیں گے۔ جبکہ پہلے ہر ایک طبقہ کی ضروریات کو مشخص کر لیا جائے۔ اور پھر ایک جامع اور تشعب نظام تجویز کر کے ہر طبقہ کے لئے تعلیم کا انتظام الگ الگ شعبہ کے ماتحت کر لیا جائے۔ اس لئے ہم علی الترتیب ان طبقات میں سے ہر ایک طبقہ کی ضروریات پر بحث کر کے اس کی مذہبی تعلیم کے لئے اس تجویز کا ذکر کرتے ہیں۔ جو ہماری دانش میں ان کے مناسب حال ہے۔ علماء کے طبقہ کو ہم نے اس لئے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ کہ ان کا مسئلہ دراصل دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا ہے۔ جس کے لئے الگ فرصت اور علیحدہ انتظام کی ضرورت ہے۔

طبقہ عوام سب سے پہلے عوام کے طبقے کو لیتے ہیں۔ یہ طبقہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے جیسے معیشت کے دیگر شعبوں میں بے تکلف اور سادہ ہے۔ اسی طرح مذہبی تعلیم کے بارے میں بھی زیادہ الجھنوں سے میرا ہے۔ ان کی بڑی غلبی یہ ہے کہ مسائل سے ناواقفیت انہیں سستی اعتقاد کی خوابی اور آباؤی دستور پر مٹ دھری کے باوجود مذہب کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایمان کو متاثر بے بہا سمجھتے ہیں۔ اور جس شخص یا جماعت پر یہ شبہ ہو جائے کہ یہ غارت گرا میاں ہے۔ اس سے بچتے رہتے ہیں۔ آخرت پر سچا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اپنے مذہبی رہنما کی باتوں پر عمل کر سکیں۔ یا نہ کر سکیں۔ اس کی باتوں کو سننے میں غفلت نہ کریں گے۔ ان لوگوں نے ابھی اپنے قدیم مرکز کو چھوڑا بھی نہیں۔ کم بیش کسی تعداد میں مسجد میں حاضر ہوتے ہیں۔ مسجد کے امام سے ان کو لگاؤ ہوتا ہے۔ اور اس کو اپنی سوسائٹی میں مناسب حال جگہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر یہ طبقہ جاہل اور دین سے بے خبر ہے۔ تو اس کی ذمہ داری صرف امام پر عائد ہوتی ہے۔ عموماً ان کے امام دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض امام وہ ہوتے ہیں۔ جو خود ہی مذہب سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور مقتضائے

خ۔ او خوشن گم است کرا بہری کفہ

عوام کی اصلاح کے اہل نہیں ہوتے۔ ان میں اور عوام میں اگر فرق ہے تو یہ ہے کہ عوام کے برخلاف یہ لوگ قرآن کریم کی چند سورتیں یاد رکھتے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کو نماز میں سناتے

پر قادر ہوتے ہیں۔ اسی کام کو وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اسی کو پیشہ سمجھ کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ بعض امام ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو مذہبی تعلیم سے بھی کافی حد تک آگاہ ہوتے ہیں۔ اور بعض تو اچھے عالم ہوتے ہیں۔ مگر ان لوگوں نے اپنے فرائض کی انجام دہی کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہوتا ہے۔ وہ امامت کو ایک پیشہ کے طور پر اختیار کر کے اس سے ہمیشہ اپنا گذارہ چلنے کا کام لیتے ہیں۔ پانچ وقت آکر نماز پڑھائی اور پھر جا کر اپنے کاروبار میں مصروف ہوئے۔ چونکہ صرف اسی کام کو اپنا فرض سمجھ لیا ہے۔ اس لئے ان کے علم سے قوم کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ غرض آئمہ کی ان دونوں قسموں کی غفلت سے ہی قوم کی مذہبی حالت کمزور ہے۔ استعداد اور جذبات دونوں کے لحاظ سے صغیر۔ کسی میں جذبہ ہے استعداد نہیں اور کسی میں استعداد ہے۔ مگر جذبہ نہیں۔ جہاں قوم کو ایسے آئمہ دستیاب ہوئے ہیں۔ جو استعداد اور جذبات دونوں لحاظ سے مکمل ہیں۔ اور ایسی مثالیں کافی موجود ہیں۔ تو وہاں عوام کی حالت بھی بالکل اچھی اور نہایت نشانی بخش ہے۔

تو اگر طبقہ عوام کی مذہبی تعلیم کو سدھارنا ہو۔ تو اس کا واحد علاج آئمہ مساجد کی تنظیم میں مضمر ہے۔ ان کو مذہبی مسائل سے واقف بنایا جائے۔ اور ان میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا کیا جائے۔ اس کے بعد وہ اپنے مراکز (مساجد) کے ذریعہ طبقہ عوام کے لئے ضروری مذہبی تعلیم کا پورا پورا انتظام کر سکیں گے۔ جہاں تک آئمہ مساجد کی مذہبی تعلیم کا تعلق ہے۔ یہ کام زیادہ مشکل نہیں۔ کیونکہ ابتدائی عربی سیکھنا اور اورو کتاؤں کے ذریعہ ان کو پورا واقف کرنا کافی ہے۔ اور یہ کام کوئی اتنا مشکل نہیں۔ مگر ان میں ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس کے لئے ہمیں جگہ جگہ مراکز قائم کر کے وہیں ان کی

تربیت کرنے کا انتظام کرنا ہوگا۔ کیونکہ صحیح احساس صرف کسی اچھی تربیت گاہ میں کافی مدت گزارنے ہی سے

پیدا ہو سکتا ہے۔ متوسط درجہ کے تعلیم یافتہ اصحاب

متوسط درجہ کے تعلیم یافتہ طبقہ سے ہمارا مقصد وہ اصحاب ہیں جو کسی مڈل یا ہائی سکول میں اپنی تعلیم کو پورا کر کے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ اگر ان لوگوں میں صحیح دینی جذبہ موجود ہوتا تو ان کو اپنے مذہبی معلومات بڑھانے کا بڑا موقعہ حاصل تھا اور وہ اردو میں ہی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر کے بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے۔ مگر بد قسمتی سے اس طبقہ کی تربیت عموماً مسموم فضا سے اور خراب ماحول میں ہوتی ہے۔ ان کے اساتذہ دین سے غافل ہوتے اور نظام تعلیم میں مذہبی تعلیم کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کو دین اور علماء کی طرف رغبت بالکل نہیں بالعموم ان سے دور رہتے ہیں اور مذہبی اعمال کو اپنی آزادی میں مغل سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ انسان کی زندگی کی بنیاد جس سن پر ہے وہ وقت ان کا سکول کی ایسی خراب فضا میں گذر جاتا ہے۔

اس لئے وہ آئندہ بھی اپنی اس بنیادی روش کو بہت کم ہی چھوڑتے ہیں۔ بلکہ اکثر اپنے سے زیادہ بہتر افراد کی سوسائٹی میں شامل ہو کر اور بھی بگڑ جاتے ہیں۔ اس وقت کا احساس اس سے پہلے بھی بار بار کیا گیا۔ اور سکولوں میں مذہبی تعلیم کے رائج کرنے کے لئے کوششیں کی گئیں۔ مگر ہمارے محکمہ تعلیم کے سیاہ و سپید کے مالک چونکہ مذہبی تعلیم کو توضیح اوقات اور مذہب کو ایک دقیقاً نویسی رواج سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کوششوں کے باوجود ان کے کانوں پر جوں نہیں رنگتی۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ بچوں کو سکولوں میں جانے سے روک لیا جائے۔ کیونکہ نہ تو

ان کو اس وقت روکنا کوئی دانشمندی ہے۔ اور نہ یہ کام کسی کے بس کا ہے۔ اسی لئے اس طبقہ کی مذہبی تعلیم ایک بہت پیچیدہ سوال رہ گیا ہے۔

ہمارے پاس اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کوئی نوٹر تجویز تو نہیں پھر بھی مالا لیدر کلمہ لائٹر کلمہ کے مقولہ کی بنا پر ہم ایک دو چیزیں پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلی چیز تو یہ ہے۔ کہ سرحد کے مسلمان اگے ہو کر ایک جماعت قائم کر لیں۔ اور ہر مقام پر اپنے خرچ سے سکول سے خارج اوقات میں بچوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اور بچوں کو اس میں شامل ہونے کے لئے اگر گورنمنٹ کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ تو بچوں کے والدین کو مجبور کیا جائے۔ اس طرح ان کی تعلیم کا کسی نہ کسی طرح انتظام ہو جائیگا۔ اور لڑکوں کو اس ناموافق فضا میں بھی احکام الہی کچھ نہ کچھ پہنچا دئے جاسکیں گے۔ مگر یہ علاج کوئی مکمل علاج نہیں۔ کیونکہ جو اثر ان کا مذہبی استاد اس تھوڑے سے وقت میں ان پر ڈال سکیگا۔ اس کا رد عمل اس اثر سے فوراً ہوجانے کا احتمال ہے۔ جو سکول کے ماحول میں بچوں پر پڑتا ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کا صحیح علاج قومی سکول ہیں۔

قومی سکول اور مسلمان

تعلیم کے انتظام کرنے میں قومی سکول اور سرکاری سکول عموماً برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ سرکاری سکولوں کی تعلیم نسبتاً اچھی ہوا کرتی ہے۔ قومی سکولوں کا اہم مقصد یہ ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ قوم کے نوجوانوں کو اپنے تمدن۔ پرانی روایات اور مذہب کی طرف توجہ دیکر ان میں قومی خدمت کا جذبہ اور قومی روایات کو برقرار رکھنے کا احساس پیدا کر لیں۔ اس فائدہ کو مد نظر رکھ کر قوم کو اپنی حیب سے خراج کرنا پڑتا ہے۔ اور اس خیال سے وہ حکومت کا ماتھ بٹاتی ہے۔ مگر مذہب سے

نہ سٹاف میں اس طرح شریف کی عزت ہوتی ہے۔ اور نہ اس کا کچھ اثر طالب علموں پر۔ خاص ہے۔ کہ اس طریق سے لڑکے کیا مذہبی تعلیم حاصل کریں گے؟ اور ان کے دلوں میں اپنے مذہب کی کیا وقعت بٹھائیگی۔

قومی سکولوں کا صحیح نظام

قومی سکولوں سے صحیح کام لینے کا درست طریقہ یہ ہے کہ اس کے سٹاف میں اعلیٰ تعلیمی قابلیت سے زیادہ مائی کیریئر شدید مذہبی جوش اور سچے ایثار کا جذبہ موجود ہو۔ تاکہ اساتذہ اپنے اخلاق کے اثر سے طالب علموں کو متاثر کر سکیں۔ اور مذہبی روایات کی لہر طالب علموں کی رگوں میں دوڑ سکے۔ ان کی غربت کے علاج کے لئے صفائی کے ساتھ ان کو سادگی پر مجبور کیا جائے اور پھر مذہبی تعلیم کے لئے کافی اور مکمل سٹاف ہو۔ اس میں بااثر اور روشن دماغ علماء موجود ہوں۔ جن کی وجہ سے نہ صرف طالب علموں بلکہ اساتذہ کے دل میں مذہب کا صحیح اثر قائم ہو سکے۔ اگر ہم قومی سکولوں کا انتظام اس طرح پر کر سکیں، تو کبھی وقت قومی سکول صحیح معنوں میں قومی سکول کہلا سکیں گے۔ اور ہمیں فخر ہوگا۔ کہ ہماری قوم کی دولت کسی اچھے مصرف میں صرف ہو رہی ہے۔ جب تک یہ انتظام نہ ہو سکے۔ مذہبی تعلیم نامکمل رہے گی۔ پھر بھی اگر سر دست کسی سے یہ نہیں ہو سکتا تو کم سے کم یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ سکولوں کے مدرسین نیت میں دینی علماء کو جبکہ دی جائے۔ اور اس آسامی کی تنخواہ کو سکول کی آمدنی پر بوجھ نہ سمجھ لیا جائے جس طرح اب تک سمجھا جا رہا ہے۔

اخبار بین طبقہ

متوسط تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک دوسرا حقہ ہمارا اخبار بین طبقہ بھی ہے۔ جن کے اوقات کا بیشتر حصہ اخباروں کے مطالعہ میں گذرتا ہے۔ اور اخبار ہی ان کے معلومات کا

مسلمانوں کے قومی سکولوں میں یہ فائدہ مفقود ہے۔ مسلمانوں کے قومی سکولوں کی ابتدا صرف اس غرض سے ہوئی تھی۔ کہ اسلام کا نام رکھ کر قوم کی ہچکچاہٹ کو دور کیا جائے۔ اور قدامت پسند اور متعصب طبقے نے قوم کو سرکاری سکولوں سے متنفر کرنے کی جو کوششیں کی تھیں۔ ان کا رد عمل کیا جائے۔ علی گڑھ اور لاہور کے سکول اسی مقصد کو لیکر جاری ہوئے تھے اور اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر دوسرے مقاموں نے اس کی پیروی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے قومی سکولوں کے سامنے ذریعہ معاش ہٹیا کرنے اور ملازمتوں میں ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے سوا اور کوئی مقصد ہی نہیں رہا۔ نہ ان کے سٹاف میں کبھی مذہبی اور قومی جوش کا وجود رہا۔ اور نہ ان کے طالب علموں نے کبھی قومی خدمت کو اہم سمجھا۔ ہمیشہ ملازمت حاصل کر کے اپنا ہی پیٹ پالنے کی فکر میں رہے۔

جس مقصد کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے قومی سکول جاری ہوئے تھے۔ اور جس کا ذکر ہم نے سذرہ بالا سطور میں کر دیا۔ اب وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ مسلمان کلیتہً تعلیم کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ اور وہ نہ صرف سرکاری سکولوں میں بلکہ ہندو سکولوں میں بھی اسے حاصل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اب اگر ان کے لئے کوئی مانع ہے تو وہ صرف ان کی غربت ہے۔ اس لئے اب بہتر ہوگا۔ کہ قومی سکولوں کی بنیاد پر دوبارہ غور کر لیا جائے۔ ان کا مقصد تبدیل کر دیا جائے۔ اور ان کے ذریعہ قوم کے پسیم کو صحیح مصرف میں صرف کیا جائے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ قومی سکولوں میں قومی روح بھونکی جائے۔ اور ان سے کچھ کام لیا جائے۔ اب تک ہمارے سکولوں میں یہ رواج ہے کہ اسلام کے نام کو سچا ثابت کرنے کے لئے چیڑا اسی کی تنخواہ پر ایک مولوی صاحب کو مذہبی تعلیم کے لئے مقرر کیا جاتا ہے (اور وہ بھی بہت سے اداروں میں صرف سال کے چند مہینے رہتا ہے) وہ جو کچھ پڑھاتا ہے۔ اس میں نہ سٹاف شریک ہوتا ہے۔ اور نہ سارے طالب علم۔ اپنی تھوڑی تنخواہ کی وجہ

مستند ذریعہ ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک کسی ایڈیٹر کا شذرہ یا کسی اخبار میں شائع شدہ مضمون کا حصہ دیگر تمام دلائل سے زیادہ قابل وثوق ہوتا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں وہ کسی بڑے سے بڑے رہنما کی نصیحت کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ایسے حضرات کی تسکین طلب کیے لئے اگر ہمارے اسلامی روزناموں کو قابو کر لیا جائے۔ اور ان کے صفحات کے کچھ حصہ خالص مذہبی تبلیغ کی خاطر وقف کر لئے جائیں۔ یا ایک ایسا روزنامہ جن میں مذہبی مسائل کے علاوہ دیگر اخباری ضروریات بھی مکمل طور پر موجود ہوں۔ تو ہماری قوم کا یہ حصہ بھی مذہبی تعلیم سے بے بہرہ نہ رہ سکیگا۔

اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب

اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کا سوال سب سے زیادہ پیچیدہ اور سب سے زیادہ اہم ہے۔ اپنی تعداد کی قلت کے باوجود ایک طرف تو یہ لوگ ہماری جماعتی زندگی پر اتنے حاوی ہیں۔ کہ ان کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ حکومت کے دفتری نظام کے اہم پرزے ہونے کی وجہ سے ان کا اثر نہ صرف متوسط تعلیم یافتوں پر بلکہ عوام پر بھی اندازے سے گذرا ہوا ہے عوام اپنے معمولی معمولی کاموں میں ان کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔ ان کے لئے ان کی سوسائٹی میں شامل ہو کر ان سے اثر پذیر ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ ہمارے متوسط تعلیمی قوت کے رہنما بھی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ اور ان کی زندگی کی تشکیل بھی انہی کے مساعی کی رہیں منت ہوتی ہے۔ پھر دوسری طرف ان کی تربیت گاہوں کی فضا اتنی مسموم اور گندمی ہوتی ہے۔ کہ وہاں مذہب کے اصول مصفا کو پرورش دینا قطعاً ناممکن ہے۔ جن تعلیم گاہوں میں رہ کر یہ طبقہ علم و فضل کا درس لیتا ہے۔ اور جہاں سے فضیلت و عالمیت کے طویل و عریض شہادت نامے اقد میں لیکر کوس لجنہ الصلحہ بجاتا ہوا نکلتا ہے۔ ان کی حالت یہ ہے۔ کہ وہاں اسلامیہ خدا اور رسول کے احکام کی نہیں بلکہ خود ان کے وجود کا انکار کیا

جاتا ہے۔ ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور اپنے زعم باطل میں مذہب کی پردہ دری کی جاتی ہے۔ اور جو بندگان خدا کہیں خال خال اپنے مذہبی روایات پر پابند نظر آتے ہیں ان پر قافیہ حیات تنگ کیا جاتا ہے۔ اس رسالہ میں آپ نگار۔ ساجی اور اس قسم کے دوسرے رسالوں کی یاد دہانی کے متعلق تنقیدات اور احتجاجات پڑھتے رہے ہیں۔ اس قسم کے سارے متمرد اور سرکش لوگوں کے قدردان وہ جاہل ہوتے ہیں۔ جو ان "مرکز علم" کے ساختہ و پرداختہ ہوں اس مسموم فضا کو تبدیل کرنا حکومت کی موجودہ مشینری کے موجود ہونے سے ناممکنات میں سے ہے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے۔ کہ ہم حکومت کی امداد کے بغیر اپنے الگ اداروں کے ذریعے قومی روایات کو برقرار رکھ سکیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم اس طبقہ کے سوال کو نہایت پیچیدہ اور اہم سمجھتے ہیں۔

حج تھوہ ہے۔ کہ ہمارے پاس اس طبقہ کی مذہبی تعلیم کے سوال کا بحالرت موجودہ کوئی حل نہیں۔ اس مقام پر پنچکر ہمارے طاقت ماؤف اور قوت سکریہ مسلوب ہو جاتی ہے۔ اور اس اہم گتھی کو سمجھانے کے لئے ہم اپنے ناخن تدبیر کو بے کار سمجھتے لگتے ہیں۔ پھر بھی جو تجویز پیش کی جا رہی ہے۔ وہ اس عقیدہ کو سامنے رکھ کر پیش کی جاتی ہے۔ کہ ناامیدی کو فکری خدا کی رحمت اور ہدایت کے دروازے کبھی بند نہیں ہوئے۔ رات کی تاریکیوں کے بعد صبح کا طلوع بھی ہوا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کوشش کرنے والی قوم کو طوفان کی موجوں کے درمیان سے کشتی نجات کے ذریعہ کوہ خودی پر بھی لگا دیتا ہے۔ ممکن ہے جب ہمارے متوسط تعلیمی طبقہ کی تربیت صحیح طور پر ہو جائے۔ اور یہی طبقہ سچے مذہبی جو شش کو ساتھ لیکر ان مرکز علم (کالجوں) کی طرف بڑھ جائیں۔ تو اپنی قوت ایمان کے ذریعہ ان کی فضاؤں میں محتذبہ تبدیلی پیدا کر سکیں۔ اس وقت اگر

ان کی مذہبی پیاس کو بجھانے کے لئے اچھا انتظام ہو تو یقین کر لینا چاہیے کہ اس جوشیلے باعمل اور یا اخلاقی طبقہ کے پھیلنے سے ساری قوم میں معراج ترقی پر پہنچنے کے لئے جذبات کا ایک بڑا طوفان اُمتداد سکتا ہے۔ اور قوم مسلم صحیح معنوں میں دوبارہ "مسلم قوم" بن سکتی ہے۔

چونکہ اس طبقہ کے دماغی قومی دوسرے طبقوں سے زیادہ تیز اور عقلی دلائل کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ بلکہ یکن کے لئے فلسفہ سے مسکڑ ہو کر بعض تو صرف مادیات کو ہی مسلم سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے اس طبقہ کی مذہبی تعلیم کا انتظام پہلے دو طبقوں کی بہ نسبت زیادہ اعلیٰ ہونا چاہیے۔ ان کو مذہبی تعلیمات سمجھانے کے لئے علماء کا ایسا طبقہ ہو جو نہایت خوش اخلاق۔ متدین اور مذہب کا پابند ہونے کے ساتھ ساتھ علم کے قدیم و جدید دونوں نظریوں سے نہ صرف واقف بلکہ ان پر عبور رکھتا ہو۔ تاکہ وہ اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے طلبہ کی کثیر جماعت انہی طرف مائل اور وسعت علم کی وجہ سے ان کو مذہبی احکام کا قائل کر سکے۔ ان کے مذہبی جوش کو ٹھنڈا نہ ہونے دے۔ اور ان کو قدم قدم پر لغزش کھانے سے بچا سکے۔

اس کے ساتھ طلبہ کی ذاتی مطالعہ کو وسعت دینے کے لئے ان کے ہاتھ میں بہترین مذہبی لٹریچر دیا جائے۔ یہ لٹریچر ان مشہور اہل تسلیم علماء دین کے قلم سے نکلا ہو جنہوں نے طلباء کو پیش آنے والے شکوک و شبہات کا غائر مطالعہ کیا ہو۔ اور ان شبہات کے ازالہ کے لئے ان کی کوششیں بار آور ہوں۔

کالجوں کی ضرورت کے لئے علماء کی

ترتیب کا انتظام

ایسے علماء کو پیدا کرنے کے لئے بہر حال ہمیں نئے اداسے قائم کرنے پڑیں گے۔ جن میں یا تو مذہبی خیال

صفر المبارک ۱۳۶۳ھ فروری ۱۹۴۳ء

کے انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کو لیکر ان کو مذہب کی تعلیم اور عربی زبان کے مختلف شعبوں سے بہت اچھی طرح واقف کرایا جائے۔ اور ان کو متواتر کئی سالوں تک یہ تربیت دے دی جائے اور یا عربی مدارس کے اچھے فارغ التحصیل اصحاب کو نئے علوم اور انگریزی زبان سے تبلیغی اثر کے ماتحت بخوبی روشناس کیا جائے۔ ان دو صدقوں کے بغیر دوسری کسی صورت سے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کو مذہب سے متاثر کرنا ممکن ہے۔ مگر وہ اثر بہت ناقص اور ناپائیدار ہوگا۔ یہ ہے ہماری تجویز جو ہم مندوستان میں مسلمانوں کو بیدار کرنے اور مندوستان میں اسلامی تمدن کی بنیادوں کو مضبوط بنانے کے لئے مناسب سمجھتے ہیں۔ اس ستم کے جامع انتظام کے بغیر ملت کی آئندہ نسل سے مذہبی روایات پر پابند رہنے کی امید فضول ہے۔ اور مذہبی روایات کے بغیر اپنی الگ ملی مہستی کو برقرار رکھنے کی توقع بے بنیاد۔ جس وقت ہماری مذہبی اور سیاسی جماعتوں میں سے کوئی جماعت مذہبی تعلیم کو پھیلانے اور مذہبی جوش کو عام کرنے کا خیال دل میں لیکر اٹھتی۔ اور اپنے مساعی میں کامیاب ہو کر ماسوائے ملک یا ملک کے کسی ایک گوشہ میں الیا ایک جامع اور تشعب نظام قائم کرنے کی ہم سمجھ لیں گے۔ کہ اس نے اپنے فرائض کو پورا کر لیا۔ اور اسلامی تمدن کی جڑوں کو مضبوط کر کے اپنے آپ کو صحیح معنوں میں اسلامی جماعت کہلانے کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے۔ ورنہ صرف بلند بانگ دعوؤں سے کچھ بتائیے۔ اور ذرا بن سکتا ہے۔ جب کسی کو اسلامی جماعت ہونے کا دعویٰ ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی مفاد کی خاطر مسلمانوں کے ان مختلف طبقات کو مذہبی تعلیم سے واقف کرنے یا صحیح معنوں میں مسلمان بنانے کی سعی جاری رکھیں؛

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم

(جناب مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسر)

حضرت آدم نبی کا علم

سورة البقرة - پارہ اول کے رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وعلّم آدم الاسماء کلّھا وترجمہ، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے۔ نوٹ:- حضرت آدم نبی علیہ السلام خدا کے نبیوں میں سے پہلے نبی ہیں۔ (دیکھو تفسیر مواہب الرحمن حصہ ششم ص) ان کا ذکر خیر سورة البقرہ - آل عمران - مائدہ - اعراف - بنی اسرائیل - طہ - ص وغیرہ میں آیا ہے۔ ان کا زمانہ ۴۰۰۰ ق۔ م سے ۳۰۰۰ ق۔ م تک ہے۔

حضرت نوحؑ رسول کا علم

سورۃ الاعراف - پارہ 4 کے رکوع 15 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَقَدْ ارسلنا نوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يَقُومُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنَ الْاِلٰهِ غَيْرِہٖ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ قَالَ الصّٰلِحُ مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنُرٰکَ فِی ظُلُمٍ مَّبِیْنٍ قَالَ یَقُوْمُ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٍ وَّلٰکِنْ رَّسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَبْلَغُکُمْ مِّنْ سُلٰتِ رَبِّیْ وَانظُرْ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (ترجمہ) البتہ ہم نے حضرت نوحؑ کی قوم کی طرف بھیجا۔ پس انہوں نے فرمایا۔ اے میری قوم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔ تمہارے لئے خدا کے سوا کوئی محبوب نہیں۔ میں تم پر بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اُن کی قوم کے شراروں نے جواب دیا۔ تحقیق ہم آپ کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتے

ہیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا اے مری قوم میرے ساتھ
گراہی نہیں ہے۔ اور لیکن میں سب جہانوں کے رب کی
طرف سے پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے اجدتائی کا پیغام
پہنچاتا ہوں۔ اعد تم کو غلط تفہیم کرتا ہوں۔ اور اللہ
تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے ہو۔
حضرت نوحؑ نبی علیہ السلام کا زمانہ ۲۹۴۸ ق۔ م سے
۱۹۹۸ ق۔ م تک ہے۔

نوٹ: سورۃ فتح پارہ ۲۹ کے رکوع ۱۰ میں ہے۔
 وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین
 دیاراً اِنَّکَ انتَ تذرهم یضلوا عبادک ولا
 یلدوا الا فاجراً کفراً اِنَّکَ ترحمهم اور حضرت
 نوح نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے میرے رب
 اس زمین پر کافروں سے ایک گھر نہ چھوڑ۔ تحقیق
 اگر تو نے کافروں کو چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ
 کریں گے۔ اور نہ اولاد ہوگی مگر فاجر اور کافر۔
 حضرت نوح نبی علیہ السلام نے خدا کی وحی پاکر
 بتلادیا۔ کہ اگر ان کافروں کو چھوڑ دیا گیا۔ تو ان کی
 آئندہ نسل بھی فاجر و کافر ہوگی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا علم

سورۃ مریم - پارہ ۱۶ کے رکوع ۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ لِرَبِّهِ يَاقُوتُ لَمَ تَعِدْ مَا لَئِيْمٌ مَعًا وَلَا يَصْرِوْهُ لَا يَغْنَىٰ عَنْكَ شَيْءٌ اِيَّاكَ

شیطان انسان کے لئے کھلا کھلا دشمن ہے، اور اسی طرح تیرا خدا تجھ کو پسند کرے گا۔ اور تجھ کو باتوں کی صحیح تاویل سکھائے گا۔

(ب) سورۃ یوسفؑ۔ پارہ ۱۲ کے رکوع ۱۳ میں خدا نے فرمایا ہے۔ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (ترجمہ) اور جب حضرت یوسفؑ نبیؑ اپنی جوانی کو پہنچا۔ تو ہم نے اس کو حکم اور علم عطا کیا۔

(ج) سورۃ یوسفؑ۔ پارہ ۱۳ کے رکوع ۵ میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نبیؑ علیہ السلام نے فرمایا۔ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلِكِ وَعَلَّامَتِي مِنَ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ (ترجمہ) اے میرے رب تحقیق آپ نے مجھے ملک سے عطا فرمایا ہے۔ اور باتوں کی صحیح تاویل کا علم عطا کیا گیا ہے۔

حضرت یوسفؑ نبیؑ علیہ السلام کا زمانہ ۱۷۴۵ ق۔ م سے ۱۶۳۵ ق۔ م تک ہے۔

حضرت موسیٰؑ نبیؑ کا علم

سورۃ القصص۔ پارہ ۲۰ کے رکوع ۳ میں خدا نے فرمایا ہے۔ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (ترجمہ) اور جب حضرت موسیٰؑ نبیؑ اپنی جوانی کو پہنچے اور قائم ہوئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا کیا۔

(۱۵۷۱ ق۔ م سے ۱۴۵۱ ق۔ م تک)

حضرت خضرؑ نبیؑ علیہ السلام کا علم

سورۃ الکہف۔ پارہ ۱۵ کے رکوع ۲۱ میں خدا نے فرمایا ہے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آمِنًا رَّحِيمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّا نَدَّنا عَلِمًا۔ (ترجمہ) پس حضرت موسیٰؑ نے پایا ہمارے نیک، بندوں میں سے ایک بندے کو جس کو ہم نے اپنے پاس سے

اپنی فدا جائی میں العلم مالم یاتک فاتبعنی اھل صراطاً سوياً۔ (ترجمہ) قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ رحمہ اللہ کو یاد کیجئے۔ تحقیق وہ بہت سچ بولنے والے اور نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ (آذر) کو فرمایا اے میرے باپ تو کیوں ایسی چیز کی پوجا کرتا ہے۔ جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے۔ اور نہ تجھے وہ چیز کسی کام آئے۔ اے میرے باپ تحقیق میرے پاس علم الہی سے آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا ہے۔ پس میری پیروی کر۔ میں تجھے سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ (۱۹۹۶ ق۔ م سے ۱۸۲۱ ق۔ م)

حضرت یعقوبؑ نبیؑ کا علم

سورۃ یوسفؑ۔ پارہ ۱۳ کے رکوع ۴ میں ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مقدس و محبوب نبیؑ حضرت یعقوبؑ علیہ السلام نے فرمایا وَاعْلَمَنَّ اللَّهُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (ترجمہ) اور میں خدا کی طرف سے جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے ہو۔ سورۃ یوسفؑ۔ پارہ ۱۳ کے رکوع ۵ میں ہے۔ قَالَ الْهَاقِلُ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (ترجمہ) حضرت یعقوبؑ نبیؑ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔

حضرت یوسفؑ نبیؑ کا علم

والفہ سورۃ یوسفؑ۔ پارہ ۱۲ کے رکوع ۱۱ میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ نبیؑ علیہ السلام نے حضرت یوسفؑ نبیؑ کو فرمایا۔ يُبْنِي لَكَ تَقْصِصَ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِمَّا تَوَلَّى الْأَحَادِيثِ (ترجمہ) اے میرے بیٹے اپنے خواب کو اپنے بھائیوں پر بیان کرنا۔ پس وہ تیرے لئے کد کریں گے۔ کد کرنا۔ تحقیق

رحمت عطا کی تھی۔ اور اپنی طرف سے علم سکھایا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نبی کا علم

سورة البقرة . پارہ دوم کے رکوع ۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وقتل داؤد جالوت واقہ اللہ الملائک والْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ (ترجمہ) اور حضرت داؤد نبی جالوت کو قتل کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد نبی کو ملک اور حکمت عطا فرمایا اور جو چاہا۔ اُس کو سکھلایا۔

حضرت داؤد نبی اسد کا زمانہ ۱۰۸۵ ق۔ م سے ۱۰۱۵ ق۔ م تک ہے،

حضرت سلیمان علیہ السلام نبی کو علم

الف، سورة الانبياء . پارہ ۷ کے رکوع ۶ میں خدا نے فرمایا ہے۔ و داؤد و سليمان اذ يحكمون في الحور اذ نفشت فيه غنم القوم وكنّا نحكمهم شهد بين ففهمناها سليمان وكلاً اتيٰنا حُكْمًا وَعِلْمًا (ترجمہ) اور حضرت داؤد نبی اور حضرت سلیمان نبی جب وہ کسی کھیت کے بارے میں حکم کرتے تھے۔ جس وقت اس میں قوم کی کبریاں چر گئیں۔ اور ہم اُن کے حکم کے لئے گواہ تھے۔ پس ہم نے وہ بات حضرت سلیمان نبی کو سمجھا دی۔ اور ہم نے دونوں کو حکم اور علم عطا کیا تھا۔

ب، سورة النمل . پارہ ۱۹ کے رکوع ۱۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ولقد اتيٰنا داؤد و سليمان عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مِنْ مَّوَدِّعِ الطَّيْرِ وَآوَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (ترجمہ) اور البتہ ہم نے حضرت داؤد اور (حضرت) سلیمان کو علم عطا کیا گیا

تھا۔ اور دونوں نے فرمایا تھا۔ سب تعریف اُس خدا کے لئے جس نے ہم کو اپنے ایمان والے بندوں میں سے بہت پرہم کو بزرگی بخشی ہے۔ اور حضرت سلیمان نبی حضرت داؤد نبی کے وارث ہوئے۔ اور انہوں نے فرمایا۔ اے لوگو ہم سب پرندوں کی بولیاں سکھائے گئے ہیں۔ اور ہم ہر چیز سے وئے گئے ہیں۔ حضرت سلیمان نبی ۱۰۱۵ ق۔ م میں بادشاہ بنے اور ۹۷۵ ق۔ م میں ان کا وصال ہوا۔

حضرت عیسیٰ روح اللہ کا علم

الف، سورة ال عمران . پارہ سوم کے رکوع ۱۳ میں ۷ اذ قالت الملائكة يبريم ان الله يبشرك بكلمة منه اسمه المسيح عيسى بن مريم وجيًّا في الدنيا والاخرة ومن المقربين و يكلم الناس في المهدي وكهلا ومن الصالحين قالت رب اني يكون لي ولد ولم يمسسني بشر قال كذلك الله يخلق ما يشاء اذا قضى امراً فانما يقول له كن فيكون ويعلمه الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل ورسولاً الىٰ بني اسرائيل (ترجمہ) جس وقت حضرت (جبرائیل) فرشتہ نے فرمایا۔ اے مریم! تحقیق اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنی طرف سے ایک کلمہ کو خوشخبر دیتا ہے۔ اُس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے۔ وہ دنیا اور آخرت میں عزت والا ہے۔ اور خدا کے مقربین میں سے ہے۔ اور لوگوں سے باتیں کریگا۔ شیرخوارگی کی حالت میں اور ادھیڑ عمر میں۔ اور نیک بندوں میں سے ہوگا۔ حضرت مریم صدیقہ نے فرمایا۔ اے میرے رب میرے واسطے کس طرح بٹا ہوگا۔ اور مجھے کسی مرد سے نہ

جُھپٹا ہے۔ فرشتہ نے جواب میں فرمایا۔ ایسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے۔ جب خدا کسی چیز

کرنا چاہتا ہے۔ تو سوئے اس کے نہیں کہ وہ اس کے واسطے فرماتا ہے۔ ہوگا۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (حضرت) عیسیٰ کو لکھنا اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائیگا۔ اور مسیح کو قوم بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنائیگا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کا اترنا

سورۃ آل عمران - پارہ سوم کے رکوع ۱۳ میں ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا۔ انی قد جئتکم بأیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ و ابری الاکملہ والابرص واسخی الموتی باذن اللہ و اذبتکم بماتاکلون وما تدرحون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مؤمنین (ترجمہ) تحقیق میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی کے ساتھ آیا ہوں میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت کی مانند بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونکتا ہوں۔ پس وہ خدا کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے۔ اور میں مادی و اندھے اور سفید دماغ والے کو اچھا کرتا ہوں۔ اور میں مردے کو خدا کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔ اور تم کو خبر دیتا ہے۔ ساتھ اُس چیز کے جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ اسمیں البتہ تمہارے لئے نشانی ہے۔ اگر تم ایمان والے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الغامات الہی

سورۃ المائدۃ - پارہ ۷ کے رکوع ۵ میں ہے۔ اذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المهد وکھلا و اذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوفیۃ

والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیراً باذنی و تبری الاکملہ والابرص باذنی واذ تخرج الموقی باذنی (ترجمہ) جس وقت رقیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے یاد کر میرا انعام تجھ پر اور تیری ماں پر۔ جب کہ میں نے تیری مدد کی تھی۔ روح القدس کے ساتھ تونے لوگوں سے کلام کیا تھا۔ شیر خوارگی کی حالت میں۔ اور ادھیڑ عمر میں اور جب کہ میں نے تجھ کو لکھنا اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی تھی اور جب مٹی سے پرندے کی صورت کی مانند بناتا تھا میرے حکم کے ساتھ۔ پس تو اس میں پھونکتا تھا۔ پس وہ میرے حکم کے ساتھ پرندہ ہو جاتا تھا۔ اور تو مادی و اندھے اور سفید دماغ والے کو اچھا کرتا تھا۔ میرے حکم کے ساتھ اور جب تو مردے کو زندہ کرتا تھا۔ میرے حکم سے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم

۱۔ سورۃ النساء - پارہ ۵ کے رکوع ۱۲ میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمتک مالہ تکتن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری ہے۔ اور آپ کو سکھایا ہے۔ جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

۲۔ پارہ ۲ سورۃ النجم کے رکوع اول میں ہے والنجم اذا هوى ○ ما ضل صاحبکم وما غوی ○ وما یبطق عن الهوی ○ ان ہوا الا وحی یوحی ○ علمہ شدید القوی ○ (ترجمہ) قسم ہے تارے کی جب وہ گرے۔ تمہارا

صاحب گمراہ نہیں ہے۔ اور نہ وہ بے راہ چلا ہے۔ اور وہ اپنی خواہش سے نہیں فرماتا ہے۔ نہیں وہ مگر وحی جو اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔ اُس مقدس نبی کو سکھایا بڑی قوتوں والے نے۔
رج، سورۃ التکویر۔ پارہ ۳۰ کے رکوع ۶ میں ہے۔
وما صاحبکم عجون ○ ولقد رآه بالافق

المبین ○ وما هو على الغيب بصين رنجه
اور یہ تہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں۔ اور اس نے دیکھا ہے۔ اس فرشتہ کو آسمان کے کھلے کنارے کے پاس۔ اور یہ غیب کی بات بتانے میں تجھیل نہیں۔

(باقی آئندہ)

ایک ضروری عرض

کچھ عرصہ سے دارالعلوم عزیزیہ کے دارالافتاء میں کام کرنے کی بنا پر مجھے مختلف قسم کے فتاویٰ لکھنے پڑتے ہیں۔ اکثر صورت یہ ہوتی ہے کہ معمولی سی بات پر غصہ ہو کہ جہالت و نادانی سے مرو اپنی عورت کو یکدم تین طلاقیں دیا کرتا ہے۔ بلکہ بعض جاہل سات تک کہہ جاتے ہیں۔ اور جب غصہ فرو ہو جاتا ہے۔ گرد و پیش کو سوچتا ہے۔ تو پھر زمام اختیار تائب نہیں ہوتا۔ پھر اس کی تلاش میں رہتا ہے۔ کہ کوئی مولوی صاحب یہ مطلقہ مخلطہ اس کے لئے بغیر حلالہ شرعیہ جائز کرے۔ چونکہ مطلقہ ثلاثہ اگرچہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی جائیں۔ اس خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور تمام سلف صالحین کا یہی مسلک ہے۔ اس لئے کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ عورت اس کے لئے بغیر حلالہ شرعی جائز ہو سکے۔ اور متعارف حلالہ جو کہ دستور ہے۔ خود ایک مکروہ و نامناسب طریقہ ہے علماء کرام کی طرف سے عورت کے حرام ہو جانے کا فتویٰ دینے کے بعد بھی وہ شوہر اسی عورت کو اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور اس طرح تمام عمر زینا کاری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بعض حضرات نے ابن تیمیہ کے اس شافعی مذہب کو جو مجہول کے خلاف ہے۔ اس زمانہ میں رائج قرار دے کر ایک دفعہ کے تین طلاقیں سے مطلقہ عورت کی طلاق کو

مخلطہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس عورت کے ساتھ پھر نکاح صحیح ہونے کا فتوے دیا۔ جس سے اور شاد پھیل گیا۔ اور یہ ساری خرابی اس وجہ سے پھیل رہی ہے۔ کہ عام مسلمانوں کو طلاق دینے کا صحیح شرعی طریقہ معلوم نہیں۔ یعنی طلاق احسن، اور حسن کو تو وہ جانتے ہی نہیں۔ عوام کے خیال میں طلاق دینے کی صورت بس وہی ہے۔ جس کو بدعتی کہا جاتا ہے۔ یعنی انہوں نے سمجھا ہے۔ کہ طلاق تب پڑتی ہے۔ کہ یکدم عورت کو تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دی جائیں۔ اور اپنی دانست کے مطابق جب وہ طلاق دینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو یہی تین ہی بلکہ بعض جاہل سات ہی کہہ دیتے ہیں۔ اور بعد میں جب چڑیاں کیفیت جگ جاتی ہیں۔ تو انہوں کو کہنے سے کیا بنتا ہے۔ اس لئے پھر وہ یا عمر پھر حرام کاری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یا حلالہ کا وہ طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ جو شرعاً بھی مذموم اور عرفاً بھی عیبت و شرافت کے خلاف لعن اللہ المحلل والحلل لہ اور لعن اللہ التیس المستعار۔ اور یا اگر فتوے کی آڑ لیکر کام چلانا ہوتا ہے۔ تو کسی آزاد منش مولوی صاحب یہ خلاف اجماع سلف فتوے حاصل کر کے اس کو بھی اپنے ساتھ ڈبو دیتے ہیں۔

ان خرابوں کو مارا دیکھ کر ارادہ ہوا کہ شمس اسلام

کے ذریعہ علماء کرام اور آئمہ مساجد کی خدمت میں عرض کروں کہ مسلمانوں کو اس تباہی سے بچانے کے لئے وہ ہر جگہ موقع بہ موقع عوام کو طلاق دینے کی صورتیں سمجھا دیں۔ اور ان مسائل سے واقف کر دیں کہ اول تو ختم النسخ طلاق سے بچنا ہی چاہیے۔ کیونکہ حدیث شریف کے بموجب اللہ تعالیٰ کے اُن یہ مبعوض کام ہے۔ لیکن اگر شدید ضرورت درپیش ہو اور طلاق دے بغیر کوئی اور چارہ کار نہیں۔ تو صرف ایک طلاق رجعی دینی چاہیے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اگر عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے اس عورت کے پھر رکھنے کا خیال ہوا۔ تو تجدید نکاح کے بغیر ہی رجوع ہو سکیگا۔ اور سابقہ تعلق زوجیت قائم رہیگا اور یا اگر عدت گزر گئی اور نکاح ٹوٹ گیا۔ تو پھر بھی صرف تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی۔ اور بس، عوام کو بتلایا جائے کہ ایک سابقہ تین طلاقیں اصلی طریقہ کے خلاف موجب گناہ اور حرمت غلیظہ ہیں۔ اگر کسی شخص کو اپنی بیوی چھوڑنا

ہے۔ اور ایک طلاق رجعی سے بھی یہ مقصد بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ جو صحیح طریقہ ہے۔ تو پھر خواہ مخواہ تین طلاقیں یکدم دے دینا۔ جو اتنے مفاسد کا سبب بن جاتا ہے۔ جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ علماء کرام اور آئمہ مساجد اس مسئلہ کو اہم سمجھ کر اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور قوم کو صحیح راستہ دکھا کر اس کو بلاکتوں اور تباہیوں سے بچائیں گے۔ اور روز روز کے جھگڑوں سے نجات اس طور سے ہو جائے گی۔ میرا یہ یقین ہے کہ یہ ساری خسروانی عوام کی ناواقفیت اور طلاق کی پوری حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اگر انہیں سمجھا دیا جائے تو شاید پھر یہ صورتیں پیش نہ آئیں گی۔ (فقط والسلام)

رئیس سید تاج الدین۔ کاکھیل

سیرت خلفاءِ عظیم الشان جلسے

حافظ علی بہادر خان صنا اور دیگر علماء کی بہترین تقریریں

جمعیتہ المسلمین کھٹے کی بڑی کی کامیاب کوششیں

استوار کیا۔ اور پھر یہی ہوئی مخلوق کو منزل کا پتہ بتایا۔ اس احساس کی بنا پر جمعیتہ المسلمین کھٹے کی بڑی نے اس فرض کو ادا کر نیکی کوشش کی اور دو سال سے وہ ان ایام میں ایک دفعہ پروگرام مرتب کر کے ان مقدس ولند انسانوں کا پیغام دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے پچانوہ سال بھی مورخہ ۲۳ دسمبر کو سلسلہ شہادت سیدنا حضرت عثمان ذی النورین جمعیتہ مذکور کے زیر اہتمام ایک

خلفاء اربعہ کی سیرت و کردار کی یاد تازہ کرنا اور ان کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر اپنے اندر اسلامی روح پیدا کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ دنیا میں جب معمولی انسانوں کے یوم منائے جاتے ہیں تو یہ نہایت افسوس کی بات ہوتی کہ انسانیت کے اس عظیم الشان محسنوں کی یاد تازہ نہ کی جاتی۔ اور ان کی یادگار نہ منائی جاتی جنہوں نے دنیا کے نظام کو صحیح بنایا دوں پر

عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس کی صدارت جناب مولانا قاضی عطاء اللہ صاحب نے کی۔ قاضی صاحب موصوف نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے سیرت خلیفہ مظلوم پر ایک نہایت سلجھی ہوئی اور موثر تقریر کی۔ آپ کے بعد مولانا محمد ذکریا صاحب ر مظاہر العلوم سہارنپور نے جو بہار پو سے محض اسی عرض کے لئے مدعو کئے گئے تھے نہایت بصیرت افروز اور معلومات افزاء تقریر کی۔ ان تقاریر سے حاضرین نہایت مخلوظ اور متاثر ہوئے۔ اور یہ جلسہ بخیر و خوبی رات کو ڈیڑھ بجے ختم ہوا۔ اس کے بعد پروگرام کے مطابق مورخہ ۲۴ اور ۲۵ دسمبر کو بھی اسی تذکار مقدس کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے دو جلسے ہوئے۔ جن میں مولانا محمد ذکریا صاحب نے اپنے ہدایت آفرین مواعظ سے حاضرین کے منہ میں شعور کو پیدا کیا۔ مورخہ ۲۶ دسمبر کو حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی یادگار کا ایک نہایت عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت کے لئے بمبئی کے مشہور صحافی اور مقرر جناب حافظ علی بہادر خان صاحب مدیر حلال روزنامہ کو دعوت دی گئی جس کو موصوف نے بخوشی قبول فرمایا۔ یہ جلسہ ٹھیک وقت مقررہ

پر شروع ہوا۔ ابتدا میں مولانا درودالحی صاحب ندوی نے سیرت صحابہ پر ایک بہترین تقریر کی۔ آپ کے بعد حافظ صاحب نے سیرت فاروقؓ کے مختلف پہلوؤں کو پیش کرتے ہوئے مشہور حدیث اصحابی کالقبوم زمیر کے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں کی ایک نہایت معنی خیز مفید اور اچھوتی تشریح پیش کی۔ حافظ صاحب کی تقریر نہایت معارف پرور اور بلند پایہ تھی۔ یہ تقریر "حلال" مورخہ ۲۶ دسمبر میں شائع ہو چکی ہے۔ حافظ صاحب کے بعد مولانا کھوڑا محمد صاحب بگوی نے اپنے مخصوص اور دلنشین انداز میں سیرت رسول و صحابہ پر ایک بہترین تقریر ارشاد فرمائی۔ مولانا کی تقریر نہایت عالمانہ اور حیات پرور تھی۔ ان تقاریر کے بعد جلسہ رات کو ایک بجے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور سامعین اپنے اندر ایک زندگی محسوس کرتے ہوئے نہایت متاثر ہو کر رخصت ہوئے۔

سیکرٹریان۔ جمعیت المسلمین کھڈے کی باری
بمبئی ۹

ڈاڑھی متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

منقول از رسالہ ترجمان القرآن

ڈاڑھی کے متعلق آپ نے جو سوال مجھ سے کیا ہے اس پر ایک انگریز نو مسلم کا دافقہ یاد آ گیا جس نے اسلام کا اچھا مطالعہ کرنے کے بعد اس کو قبول کیا تھا قبول اسلام کے بعد ہی اس نے ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی بعض لوگ جو اسی طرح کے علم دین سے کافی واقف تھے جیسے آپ کے یہ عزیز ہیں کہنے لگے کہ ڈاڑھی رکھنا

"میں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے۔ میرے کچھ ایسے ثناء جو علم دین سے کافی واقف ہیں۔ وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ ڈاڑھی فرض نہیں ہے۔ قرآن میں اس کے متعلق کوئی حکم نہیں ملتا۔ ڈاڑھی نہ رکھی جائے تو کوئی گناہ کبیرہ ہے۔ یہ رسول کی سستی محبت ہے۔ آپ فرمائیے کہ میں انہیں کیا جواب دوں؟"

اسلام میں کچھ ایسا ضروری کام تو نہیں ہے۔ پھر کیوں خواہ مخواہ آپ نے ڈار ہی موڈ فی چھوڑ دی ہے؟ اس نے جواب دیا: میں ضروری اور غیر ضروری کی تقسیم کو نہیں جانتا۔ میں بس یہ جانتا ہوں کہ پیغمبر نے اس کا حکم دیا ہے۔ جب میں نے پیغمبر کی اطاعت کو قبول کر لیا۔ تو حکم بجالانا میرا فرض ہے۔ کسی ماتحت کا کام نہیں ہے۔ کہ (امیر بالا کے احکام میں سے کسی کو ضروری اور کسی کو غیر ضروری قرار دے۔)

بس یہی واقعہ اپنے ان عزیزوں کو سنائیجئے اور ان سے یہ بھی پوچھیجئے کہ یہ تو خیر رسول کی سستی محبت ہے۔ جناب نے اگر کسی منگی محبت کا ثبوت دیا ہو۔ تو ارشاد فرمائیے۔ اگر ایک نوکر آقا کے آسان احکام سے گریز کرتا ہے۔ تو وہ اور جہمہ کو کیسے ادا کر سکیگا۔ ہم سستی اور منگی محبت کا فرق نہیں جانتے۔ ہمیں تو پوری طرح اس راستے پر چلنا ہے۔ جس پر صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہیں۔ اور ان احکام کی تعمیل کرنی ہے جو آپ نے دیئے ہیں۔

اسی سلسلہ میں ایک بات اور سمجھ لیجئے۔ موجودہ زمانہ میں ڈار بھی رکھنا کسی ایسے شخص کے لئے جو فنگیت زدہ حلقوں سے تعلق رکھتا ہو۔ محض ایک حکم نبوی کی تعمیل ہی نہیں ہے۔ بلکہ ایک طرح کا جہاد بھی ہے اور عجب نہیں کہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہجرت کا اجر بھی مل جائے۔ سب سے پہلے تو اس کو خود اپنے اس مذاق اور رنگ طبیعت کے خلاف بہت دنوں تک جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ جو برسوں کی تعلیم و تربیت اور ماحولی اثرات کے تحت اس کے اندر راسخ ہو چکا تھا۔ پھر جب وہ اس پرانے مذاق کی بجائیں کرنے اور اس کی جگہ اسلامی ذوق اپنے اندر پرورش کرنے میں اس حد تک کامیاب ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے چہرے پر ڈارھی لگ

سکے۔ تو باہر ایک دوسری کشمکش شروع ہو جاتی ہے اس کا ماحول اس سے لڑنے لگتا ہے۔ کہ یہ کیا انقلاب تیرے اندر رونما ہو رہا ہے۔ اس کے عزیز و اقارب دوست و آشنا سب اسے چھینے لگتے ہیں۔ اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس پر پھتیاں کسئی جاتی ہیں تباہی کے مارکیٹ میں اسکی قیمت گر جاتی ہے۔ ہر طرف سے تقاضے شروع ہو جاتے ہیں۔ کہ اس دیوار کو ڈھا دو ہمارے اور تمہارے درمیان اٹھ رہی ہے۔ ان پے درپے عملوں کے مقابلہ میں وہ شخص ٹھہر نہیں سکتا۔ جس میں کیرکٹر کی مضبوطی نہ ہو۔ یا جس میں اندرونی تغیر کے مکمل ہونے سے پہلے کسی وقتی جذبے کے اثر یا کسی خارجی دباؤ سے بیرونی تغیر شروع ہو گیا ہو۔ ایسا شخص تھوڑا یا بہت مقابلہ کرنے کے بعد آخر کار اپنے ماحول سے شکست کھا جاتا ہے۔ اور بھروسہ کی طرح پھروہی وضع اختیار کر لیتا ہے۔ جسے چھوڑنے کی اس نے نمائش کی تھی۔ مگر جو مضبوط کیرکٹر رکھتا ہو۔ اور جس کا باطنی انقلاب پایدار بنیادوں پر اٹھا ہو۔ وہ اپنی پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس مقابلہ میں ڈٹ جاتا ہے اور اس ہستقامت کے نتیجے میں اسے دوسرے ذہن و دست فائزے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے اندر موجود وہ کافرانہ ماحول کھینچاں دوسرے میدانوں میں بھی کامیاب لڑائی لڑنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس مضبوط سپرٹ کا اس نے ثبوت دیا ہے۔ اس کا رعب اس کے ماحول پر طاری ہو جاتا ہے اور اسکی تبلیغ و تلقین میں اتنا وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ انی سوسائٹی کے دوسرے اصحاب پذیرگوں پر بھی وہ اثر ڈال سکے۔

اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اسی زمانہ میں منڈی ہوئی ڈارھی ایک وضع نہیں ہے۔ بلکہ ایک کچر اور ایک مذہب زندگی کا نمایاں ترین اشارہ ہے۔ اس شعار کو (باتی مت پیم)

یادگار حسین رضی اللہ عنہ

(ادارہ)

جوش میں آئی۔ اور وہ نفس مطمئنہ پر عزم جمیم لے کر اٹھا کر جانے لگا۔ مگر دینِ قیم میں رخصتہ اندازی نہ ہونے پائے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یزید کی حکومت نے حق گوئی اور حمایت حق کی توفیق سلب کر لی تھی۔ اسلام پر خطرات و بلیات کا ہجوم تھا۔ ظلم و سبوتا اور فسق و فجور کی حد ہو چکی تھی۔ لوگوں کو خدا کا انتقام بھول گیا تھا۔ اور ابلیس لعین نے معصیت اندیش اور خطاکار امتوں کے انجام کی روایات اربابِ عدوان و ظلم کی لوحِ حافظہ سے محو کر دی تھیں۔ اور وہ جذبات جن کا منبع اسلام تھا۔ اور جو عصیانِ شکاری کی مخالفت پر قلب و دماغ کو ابھارنے والے تھے۔ فنا ہو چکے تھے۔ اور صورتِ حالات نہایت خطرناک ہو گئی تھی۔ چند پرستارانِ توحید جنہیں کوئی تحریص و ترغیب یا تحلیف و ترہیب جادہ حق سے منحرف نہ کر سکتی تھی۔ اس حالت کو دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کرٹھتے۔ اور اشکِ خون سے اپنا دامن رنگین کر رہے تھے۔ مگر انہیں معلوم تھا کہ زور و طاقت نے کبھی حق و ناحق کا امتیاز نہیں کیا۔ اس لئے اگر ہم نے یزید کے حکومت کے ظالمانہ اور اعلیٰ سوز و فعال و حرکات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ تو پرستارانِ دنیا جوشِ غیظ و غضب میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جس کا برا اثر نفسِ اسلام پر پڑے اور آنے والی نسلیں اسلام کی تخریب کو ہم سے منسوب کریں۔ اس اندھیرے میں دفعتاً اُجالا پیدا ہوا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ دینِ حق کی یہ حالت نہ دیکھ سکے۔ اُن کی حمیتِ اسلامی میں تموج پیدا ہوا۔ باطل کا غلبہ اور حق کا ضعف اُن سے نہ دیکھا گیا۔ وہ اُٹھے۔ اور اس شان سے اُٹھے کہ ایک ہاتھ میں اسلام کی تلوار تھی۔ دوسرے میں وہ جامِ کیف آگیاں جو

آج یومِ عاشوراء ہے، آج ہی کے دن دہندہ رسولؐ دیدہ جیدؐ اور سرورِ سینہ زہراؑ امام حسینؑ نے کربلا کے تپتے ہوئے ریگ زار میں حق کی حفاظت اور باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے جانِ شیریں جانِ آفرین کے سپرد کی۔ اور دینِ محمدؐ کے نخل کو اپنے خون سے سینچ کر مومنین کے لئے مشعلِ ہدایت روشن کر دی۔ اور اپنے خون سے لوحِ گیتی پر لکھ دیا۔ کہ جب کبھی دینِ حق باطل کے نرغہ میں ہو جب حریتِ اسلامی کے مطلع پر استبداد کے بادل چھا جائیں اور جب دینِ ہدیٰ کا چشمہ صافی مکدر ہو رہا ہو اس وقت خدائے واحد کے پرستار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور اسلام کے حلقہ بگوشوں کو اپنے اعزہ و انصار کی گردنیں کٹا کر اپنا گھر بار برباد کر کے اور اپنی جان دے کر اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔

حریت پرستی عرب کی گٹھیں میں پڑی ہے اور مشرق میں حبشہ فرزندِ ان عرب حریت و آزادی کے علمبردار رہے ہیں۔ اسلام نے اس جوہر کو جو امتدادِ روزگار سے رنگ آلود ہو رہا تھا چمکا دیا۔ من حیث النسل حبیبِ رضی اللہ عنہ عرب کے شریف ترین و بابر کے چشم و چراغ تھے۔ من حیث العلم والفضل وہ مدینہ علم اور بابِ مدینہ علم کے وارث تھے۔ اس لئے جیب انہوں نے دیکھا کہ یزید نے مسندِ خلافت پر قبضہ کر لیا ہے، تقویٰ و طہارت کی جگہ فسق و فجور کا دور دورہ ہو گیا ہے، مسلمانوں سے وہ آزاد سلب کر لی گئی ہے۔ جو اسلام نے انہیں عطا کی تھی، حق کی جگہ باطل نے اور نور کی جگہ ظلمت نے لے لی ہے، حق پرستوں پر اس لئے ستم توڑے جاتے ہیں کہ وہ باطل کو باطل نہ کہیں مومنین قانین کو اس لئے شکنجہٴ بیداد میں کھینچا جاتا ہے کہ وہ جوہر و عدوان کو جوہر و عدوان نہ کہیں۔ تو اس کی ہاشمی غیرت

حضور خواجه کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں ملا تھا اور جس کے ایک گھونٹ نے ایک دنیا کو سرشار کر دیا تھا۔ انہیں دنیا کو بتانا تھا کہ اس جام کی حفاظت کے لئے مجھے اس تلوار سے کام لینا ہے اور اس کے جرعہ ہائے جاں بخش سے دنیا کے تن مردہ میں جان ڈالنا ہے۔

بر کئے جام شریعت بر کئے سندان عشق

کے نداء جام و سندان باضق

مال و دولت دنیا نہ کبھی رسول خدا کے پاس جمع ہوئی

اور نہ شاہ خیر گہ کے پاس۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ کے پاس

کہاں سے آئی: قلت انصار کا یہ عالم تھا کہ بشمول اعزہ و اقارب

و اطفال خود ۱۰ سال اُن کے ہمراہ کل ۷۲ نفوس تھے اس

بیکسی کی حالت میں وہ یزید کے ظلم و جور کا خاتمہ کرنے کے لئے

اُٹھ کھڑے ہوئے احباب کا منع کرنا اس کے ارادہ میں مزاحم

نہ ہو سکا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے رفیق ایک ایک

سر کے پروانہ دار اسلام پر قربان ہوئے اس کے بھائیوں

فرزندوں، بھتیجیوں نے اس کی آنکھوں کے سامنے انگلیاں

الغش کہہ کر اور خاک و خون میں تڑپ تڑپ کر جانیں

دیں۔ تین دن تک اس پر اس کے اہل و عیال پر اور اس

کے انصار پر آب و دانہ بند رہا۔ مگر اس کو ہ استغلا کوان تمام

نہرہ گداز مصائب میں سے کوئی مصیبت اُس امادہ سے

روک سکی۔ جب تک اس کے دم میں دم رہا وہ مخالفان

حق سے مصروف جدال و قتال رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دنیا میں سینکڑوں سلاطین و امرا اور قانمین افواج نے

میدان جنگ میں جانیں دیں۔ ان میں صد ہا حق کے لئے

لڑتے ہوئے مارے گئے۔ صد ہا اس کے برعکس لیکن زمانہ

نے اُن کی یاد مٹا دی۔ لیکن حسینؑ کی یاد ہمیشہ زندہ ہے۔

اور اُس نفس قدسی کے مصائب پر آنسو بہانے والوں

کی تعداد دنیا میں روز بروز بڑھ رہی ہے۔ آج اس سانحہ

خونچکاں کو واقعہ ہوئے ایک ہزار دو سو چھیالیس سال پہلے

ہیں۔ لیکن جس طرح حسین علیہ السلام کی شہادت کے ایک

سال بعد ہلال محرم نے امت محمدیہ کو غم حسین میں اشکبار

دیکھا تھا۔ اسی طرح آج محرم کا چاند ہمیں گریہ و بکا دیکھ رہا

ہے۔ اسلام کے اندرونی ناورد بیرونی دشمنوں نے اس یادگار

کو مٹانے کے لئے ہزاروں کوششیں کیں۔ جو ہر سال حلقہ

بگو شان دین قیم کے دلوں میں حق کی حمایت اور باطل کی

مخالفت کا جذبہ تازہ کرتی ہے۔ مگر یہ نہ مٹی اور نہ مٹے گی۔

کیونکہ حسین کا کارنامہ ہی کا رنامہ ہے۔ جو امت محمدیہ کے

لئے چراغ سر راہ کام وے رہا ہے اور جو قیامت تک ہر والا

الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کے دل میں ایک نئی حرارت

نیا جوش اور نیا ولولہ پیدا کرتا رہے گا۔ اس یادگار کا قاتم

رکھتا مسلمانوں کے لئے از بس ضروری ہے کیونکہ اسلام کی

زندگی حق کی نصرت اور غیر حق کی ذلت و نکبت کا راز اس

میں مضمر ہے۔ حسین علیہ السلام کی مظلومی کا واقعہ ہمیں بتاتا

ہے کہ مومن قنات کی شان کیا ہونی چاہیئے۔ اس سے

ہمیں سبق ملتا ہے کہ اسلام کے چشے کو شرک و بدعت

سے پاک کرنے کے لئے مسلمان کو اپنی جان تک لڑا دینی

چاہیئے۔ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی آزادی کو قائم و برقرار

رکھنے کے لئے باطل کی بڑی سے بڑی قوت کے سامنے

ہمالہ و البرز بن کر ڈٹ جانا چاہیئے۔ ان امور کو عوام پر واضح

کرنے اور عوام کے دلوں میں حسین رضی اللہ عنہ کا ایثار پیدا

کرنے کے لئے ہمیں ہر سال حسین رضی اللہ عنہ اور اُن

کے رفقا کی قربانی کی یاد تازہ کرنی چاہیئے لیکن ایسے طریق

پر جس میں شرک و بدعت کا شائبہ نہ ہو۔ اور جو دلوں

کو جوش و حرارت سے بھر دے۔

حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی افواج کے ساتھ

جو لڑائی کئی فرات پر لڑی۔ وہ لڑائی آج دنیا کے ہر حصے

اور ہر گوشے میں جاری ہے جس طرح حسین رضی اللہ عنہ کے

وقت فرزند ان اسلام کی آزادی خطرہ میں تھی۔ اُسی طرح

آج ہے۔ جس طرح اس وقت اسلام کے حصین حصین پر

شرک و بدعت اور کفر و زندقہ کے گولوں کی بارش ہو رہی

حق۔ اسی طرح آج بھی ہو رہی ہے۔ اس لئے اگر ہم حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار صحیح طریق پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کی بھی صورت ہے کہ ہم اسلام کی 'حق و صداقت' کی اور آزادی کی حفاظت کے لئے حسین علیہ السلام کی طرح قربانیاں کرنے اور دین مبین کو شرک و بدعت کی آلائش سے پاک کر کے رکھیں۔

کرنے کے تیار رہنا چاہیئے۔ اور حفاظت حق کے لئے باطل کی بڑی سے بڑی قوت کے مقابلہ میں ڈرنا نہیں چاہئے۔ اور حسین رضی اللہ عنہ کی طرح اس مقابلہ میں کسی ایسے خیال کو دل میں راہ نہیں دینی چاہئے کہ اگر ہمیں اس راہ میں جان سے ہاتھ دھونا پڑا

تو ہمارے بعد ہمارے زن و فرزند اور گھر بار کا کیا حال ہوگا۔

اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد ہمارے دلوں میں یہ جذبہ پیدا نہیں کرتی تو ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارا دعویٰ اتباع حسین سرتاسر غلط ہے۔

اور ہم طاعون قوتوں کے غلام بنے ہوئے ہیں جن کو فنا کرنے کے لئے حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ

مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ

عظیم الشان سالانہ کانفرنس

مجلس مذکور کی عظیم الشان سالانہ کانفرنس بفضلہ تعالیٰ بمقام جامع مسجد بھیرہ بتاریخ ۲۹ صفر بحکم دتو ریح الاول ۱۳۶۳ھ الموافق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶ فروری ۱۹۴۲ء بروز جمعہ، سہفہ، اتوار منعقد ہوگی۔ شائقین تاریخیں نوٹ کر لیں اور اس

عظیم المثال کانفرنس

میں شمولیت کے لئے تیار رہیں :-

تیار ہوں۔ بعض لوگ حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار قائم کرنے اور غم حسین رضی اللہ عنہ میں اشک بریزی کرنے میں تو سب سے پیش پیش ہیں۔ لیکن اسلام کے دشمنوں، اسلامی آزادی کے دشمنوں اور وطن عزیز کے دشمنوں کے سامنے ان کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں ایسے لوگ یاد رکھیں کہ انہیں حسین رضی اللہ عنہ

قربان کر دیا تھا۔

خط و کتابت کرتے وقت حث منہ کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تہمیں کی شکایت نہ ہوگی

کی یادگار قائم کرنے اور شیون و شین سے آسمان وزمین سر پر اٹھانے سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اگر ہم میں حسین رضی اللہ عنہ کی یاد باقی ہے ہمیں راہ حریت و آزادی میں مردانہ وار قدم رکھنا چاہئے۔ نصرت وین و اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے اور حفاظت حق کے لئے باطل کی بڑی سے بڑی قربانی

بیدنا حسینؑ کی شہادت

(از مولوی عبدالرحمن صاحب خلیل، نظام آبادی)

مسلمانوں کی خوشیاں اور رنج، آرام و راحت اضطراب و پریشانی مسرت و دلے آرامی کسی سے اُلفت و عداوت سب کچھ ایزد متعال کی مرضی کے ماتحت ہو کر تاتے ہیں۔ اُن کا مہنا جینا۔ ان کی نمازیں روزے قربانیاں اطمینان دلجی غم و الم سب کچھ اللہ عز و جل کے لئے ہوتا ہے ایک کام اگر وہ سمجھ لیں کہ اس میں ان کا مولیٰ ان کا محبوب حقیقی راضی ہوتا ہے یہ اس کی خوشنودی کا باعث ہوتا ہے اور ان کیلئے باعث علو درجات و رفعت منزلت ہوتا ہے بہر صورت وہ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی کسی زبردست سے زبردست مزاحمت کرنے والی طاقت کی اصلاً پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ جس میں وہ رب العالمین کی رضا سمجھتے ہیں۔ تمام مخالفتوں جملہ رکاوٹوں ظالم و متعصب انسانوں کی ضد و غور کی وہ ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے عزم و ثبات اولوالعزمی و استقلال کا ثبوت دے کر تاباں اپنے نام کا سکھ صفحہ عالم پر بٹھا دیتے ہیں۔

نیت صادق ہو۔ عزم راسخ ہو اپنے کام کی نوعیت میں للہیت کی جھلک ہو۔ غرض یہ ہو کہ خدا راضی ہو گا اسلام کی اُبر و قائم رہے گی۔ کذب و بطلان بغی و طغیان سرنگوں ہوں گے۔ تو پھر اس راہ میں جاں نثاری و جان سپاری تو کوئی حقیقت بھی نہیں سمجھتے۔ وہ اس میں عزت اور فخر سمجھتے ہیں شرف و بزرگی خیال کرتے ہیں کہ صدائے حق بلند کرنے کے لئے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اگر جان بھی جاتی ہے تو جاتے اس مفضل عشق و وفا پر اگر اس فانی جسم کی کھینٹ

قبول ہو جاتی ہے تو بس غنیمت ہے

جان دی دی ہوئی اسی کی منتی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس قربانی اور جان فروشی کی لذت ان کشتگان تسلیم رضا کو حاصل ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں اس جان عزیز کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں سمجھتے اور اسی ذوق و شوق میں اسی لطف و خوشی میں اس راحت و مسرت کو یاد کرتے ہوئے والہانہ ادا میں شوق میں پکار اٹھتے ہیں دوس ددے ان اُتس فی سبیل اللہ شہم احییٰ شہم اُتس شہم احییٰ۔

چونکہ بغوائے آیہ شریفہ یرید اللہ ان یحییٰ الحق بکلماتہ و یقطنی دابر الکافین (انفال) حق ہمیشہ دنیا میں سر بلند ہوتا ہے اور کبھی کسی کے مٹانے سے بھی نہیں مٹتا۔ اس لئے ایسے لوگ جو باطل کے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔ جو کذب و بطلان کو دبانے کے لئے مجاہدانہ میدان میں آگئے ہوں وہ یقیناً اپنے مقصد میں اپنی غرض میں اپنے مقصود و مدعا میں ضرور کامیاب اور فائز المرام ہوتے ہیں حق کی حمایت میں قدرتی طاقت ان کے ساتھ ہوتی ہے دنیا کا ذرہ ذرہ ان کی فتح و نصرت کے نظارے دیکھنے کا منتظر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ عز و جل حامیان حق کا حوالہ بڑھاتے ہوئے اُن کی پشت و پناہی کے لئے فرماتا ہے کذلک خفنا علینا نصر المؤمنین اپنے ماحول کی ناموافقت کی وجہ سے ان داعیان حق و صداقت کو اپنے مقصد میں بظاہر ناکامی دکھائی دے اور وہ جبر و استبداد کا شکار ہو کر اپنے مشن کو اوصووا ہی چھوڑ کر چل بسیں تو اُن کی حق کی

آواز ہمیشہ زمانے میں گونجتی رہے گی اور ان کا نام تلابد صغیر عالم پر منتقل رہے گا کیونکہ عشق و محبت کے شیرازی اللہ اور اُس کے رسول کے محب اور اسلام کے جان نثار ہوتے ہیں۔ ان کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرِزُونَ وَلَا تَقْعُدُوا لِمَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحياءٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ)

اللہ کی ماہ میں مال و جان قربان کر دینے والے خدا اور رسول کی محبت میں غرق اور شان و شوکت جاہ و ثمن مال و اولاد تنگ و ناموس سب کچھ قربان کر دینے والے باطل کو دبانے کی خاطر کفر اور طاغوتی طاقتوں کو بچا دھکے کے لئے مرنے والیاں ہستیاں دراصل حیات جاوید کی مالک ہیں۔

ہرگز نیرد آنکہ دلش ازندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں ناقدر شناسوں کے ہاتھوں شہید ہوئے جب کوفیوں کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو اکثر اجلہ صحابہ نے آپ سے باصرہ کہا بلکہ بعض صحابہ کرام تو انجام و عواقب پر نظر دوڑاتے ہوئے زار زار رونے لگے۔

سب نے آپ کو منع کیا کوفہ میں نہ جانے کا مشورہ دیا۔ ان لوگوں کی بے وفائی اور ناقدر شناسی کے دلائل پیش کئے کہ یہ وہی ملک ہے وہی علاقہ (عراق) ہے جہاں شہزادہ اور خیر کم ہے۔ یہ قرن الشیطان کا مطلع ہے شر و فساد کا مرکز اور یہی وہ ملک ہے وہ علاقہ ہے وہ سرزمین ہے جس کے لئے دعائے مانگنے سے اُن حضور نے انکار کیا اور فرمایا کہ

کہ یہاں فتنے اور زلزلے ہوں گے یہی جگہ میرے جگر گوشوں کا مقتل ہوگی۔ یہیں میرے فرزندوں کے ساتھ غداری کی جائے گی۔ یہیں عزت و ناموس اسلام اختیار کے ہاتھوں برباد ہوں گے۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے

ان ارشادات پر غور کرتے ہوئے اس ملک کے باشندوں کی طبعی حالت پر نظر دوڑاتے ہوئے حضرت ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر وغیرہم نے حضرت امامؑ کو جانے سے روکا باصرہ بازار کھنکی کو شش کی لیکن وہاں عزم راسخ تھا ارادہ کی پختگی تھی جس طاقت کو وہ اپنے خیال میں قوت باطل سمجھتے تھے اس سے ٹکرانے کا عزم بالہرم کر چکے تھے اس لئے اپنے ارادے سے نہ ٹلے اور ۲۴ مرد و عورت وغیرہ جال و نثاروں کو ہمراہ لے کر عازم عراق ہوئے کوفہ والوں کی بدعہدی کا علم تو آپ کو رستہ ہی میں ہو گیا جب کوفہ ابھی دو منتر لیں باقی تھا تو ایک شخص حر بن یزید ریاحی ایک ہزار کی ہجرت کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے دوچار ہوا ابتدائی گفتگو کے بعد کہنے لگا کہ مجھے ابن زیاد کی طرف سے آپ کی گرفتاری کا حکم ہے چونکہ میرے دل میں آپ کی عزت و حرمت ہے اس لئے میرا مواضعہ مشورہ یہی ہے کہ آپ واپس مکہ چلے جائیں میں رپورٹ کر دوں گا کہ جین کسی اور رستہ سے ہو کر نچ نکلے میں آخر وہ یہ کہہ کر چلا گیا حضرت امام وہاں سے رات ہی رات کو چلے گئے لیکن جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ آپ راہ بھول گئے ہیں اور جنگل میں بھٹک بھٹک کر آخر اسی مقام پر آ گئے ہیں جہاں حر بن یزید سے ملاقات ہوئی تھی اُدھر سے حر بن یزید نے آپ کے تقاب میں نکلا کہ میری کسی نے بخلی کر دی اور آپ کو چھوڑ دینے پر مجھے سخت سرزنش ہوئی ہے حضرت حسین یہ بات سن کر واپس اتر پڑے اور پوچھا یہ کونسی جگہ ہے جواب ملا کہ مقام کربلا ہے اس پر آپ فرماتے لگے ہذا کربلاء صلیع کرب بلاء ہذا ہذا کربلاء و عطا سر حالنا و مقتل رحالنا۔

یہ بدعہ کا دن اور آٹھویں محرم کی تاریخ تھی حر نے ابن زیاد کو اطلاع کر دی اور اُدھر سے جگر گوشہ رسول اہل بیت اور فدائیان حسینؑ کے قتل و گرفتاری کے منصوبے باندھے جانے لگے۔

عمر بن سعد اس مہم پر مقرر ہوا اس کے پاس ایک ہزار کی جمعیت تھی امام حسین رضی اللہ عنہ پر تمام راہیں تنگ کرنے کی تیاریاں ہوئے لکھن شمر بن ذی الجوشین کچھ سوار لے کر دریائے فرات

کے کنارے جا بیٹھا۔ تاکہ حضرت امام حسینؑ کے لوگوں کا پانی بند کر دے۔ شدتِ عطش سے تمام بیتاب ہوئے جاتے تھے۔ بچے نخی نخی زبانیں باہر نکال کر پانی کو ترس رہے تھے۔ مرد و عورت پیاس کی شدت سے تڑپ رہے تھے۔

حضرت حسینؑ کے دل میں خیال آیا کہ آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیا ہیں۔ شاید مشرم و حیا اُن کی آنکھوں میں آجائے۔ شاید اُن کے دل سپچیں۔ شاید اُن کو اہل رسول پر ترس آجائے۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی یزید بن حصین بھائی کو یزیدیوں کے سر لشکر عمرو بن سعد کے پاس بھیجا۔ یزید نے جاکر در و درجہ لہجہ میں عمرو سے پانی کی اجازت مانگی۔ لیکن وہ نہ مانا۔ آخر ایسے الفاظ کہے کہ اگر پتھر بھی ہوتا تو پانی پانی ہو جاتا۔ یوں مخاطب کیا کہ

هَذَا مَا عَالَمَاتُ شَيْبٍ مِنْهُ الْكَلَابُ وَالِدُ وَابٍ وَمَنْعُهُ

ابنِ نِسْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْلَادُهُ

أَهْلُ بَيْتِهِ وَالْعَتَرَةُ الْعَاهِرَةُ بِمَوْتِ عَطْشٍ وَقَدْ خَلَّتْ

بَيْنَهُمْ وَمَيْنَ الْعَاءِ وَتَزَعَمَ ذَلِكَ تَعْرِفُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

اے سنگدل اس دریا سے تو گئے بھڑے۔ جنگلی جانور

پانی پی پیتے ہیں۔ لیکن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری

بیٹی کے تختِ جگر سے پانی روک رہا ہے۔ اُن کے ننھے بچے ہلک

نہے ہیں۔ زن و مرد و عطشِ عطش پکار رہے ہیں اور تیر

دل نرم نہیں ہوتا۔ اور باوجودیکہ تو اللہ اور اس کے رسول

کی صحبت و اطاعت کا مدعی ہے۔ لیکن پھر تمہیں دنیاوی

لاچ کا ملنس و رنر و جاہ کے خیال نے کیوں دیا رکھنا ہے؟

انسوس کہ کسی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ لڑائی کی چیخ چاڑ

کر دی۔ جب حضرت امام علیہ السلام نے ان کے توبہ دے

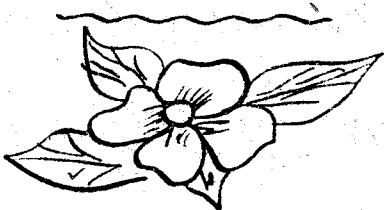
دیکھے۔ تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔

لوگو! میرے حسب نسب کو یا کرو۔ سوچو میں

کون ہوں۔ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری

حجرت کا رشتہ توڑنا ہوا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا فرزند اس کے عزا و کاحت جگر نہیں ہوں کیا تم نے رسول اللہ کا یہ قول نہیں سنا سید شباب اہل الجنتۃ الحسن والحسین۔ اگر میرا یہ قول سچ ہے۔ اور یقیناً سچ ہے۔ کیونکہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بلاؤ کیا تم میرا برہنہ تلواروں سے استقبال کرو گے۔ کیا میرا یہ شرف تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روکتا۔ واللہ اس وقت روئے زمین پر بحرِ میرے کوئی کسی نبی کا بیٹا موجود نہیں ہے۔ میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں۔ کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی۔ کسی کا مال چھینا۔ کہو آخر میرا قصہ کیا ہے۔ کیا تم نے مجھے خود نہیں بلایا۔ بہتر ہے مجھے چھوڑ دو تاکہ میں چلا جاؤں۔

کسی نے تسلی بخش جواب نہ دیا۔ بلکہ انہی تیروں کی پوچھا کر دی۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ یزیدی لشکر نے مسافر اور قلیلِ الحیا حضرت حسینؑ کو گھیر لیا۔ آپ کے ساتھی بڑی شجاعت سے لڑتے رہے۔ اور پیاس کے قریب شہید ہوئے۔ اسی جنگ میں حضرت امام عین بھی بڑھ بڑھ کر دا و شجاعت دیتے رہے۔ آخر جب تمام ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ تو آپ بھوکے شیر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کا جسم زخموں کی کثرت سے چھلنی ہو گیا تھا۔ جسم مبارک پر چوڑائی کا رزخ آچکے تھے۔ ساتھ ہی پیاس نے بیتاب کر رکھا تھا۔ زمین پر اسپ سے نیچے گر پڑے۔ شمر بن ذی الجوشین یا قتل یعنی سنان بن انس نخعی نے بڑھکر مرتن سے جدا کر دیا۔



انقلاب سے ضابطہ کی خانہ پڑی فوراً کر دی جائے۔ وہ بچارے حقائق سے اپنی نادانیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ مگر جہاں یہ تغیر نے الحقیقت ایک گہرے اندرونی انقلاب کا نتیجہ ہو۔ اور اس کے متوازی تحقیق نہ سیرت کے دوسرے مظاہر بھی ساتھ ساتھ نمایاں ہو رہے ہیں۔ اور ماحول کے غیر اسلامی اثرات سے لڑنے میں بھی پامردی کا ثبوت دیا جا رہا ہو۔ ایسی حکمت میں انقلاب کو محض ایک معمولی چیز قرار دینا اور اس کو رسول کی سستی محبت سے تعبیر کرنا صرف ان ہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو حق و باطل کے بالوں سے کچھ زیادہ دیکھنے کی نظر نہیں رکھتے۔

چھوڑنا دراصل اس یکسر اور مذہب زندگی کو چھوڑنے کا اعلان ہے۔ جس کا یہ شعار ہے اور ڈاڑھی رکھنا کم از کم موجودہ حالات میں تو عملاً اسلام کو بحیثیت یکسر اور مذہب زندگی کے اختیار کرنے کا ہم معنی ہے۔ یہ ترک و اختیار اس وقت تک حقیقی اور پائیدار نہیں ہو سکتا جب تک فی الواقع آدمی کے نفس میں مغربی یکسر اور مذہب زندگی کا اچھی طرح قلع مخ نہ ہو جائے۔ اور اس کی حکمت اسلامی یکسر اور مذہب زندگی کی جس اچھی خاصی مضبوط نہ ہو جائیں، ہذا جو لوگ محض سطحی طور پر اخلاقی دباؤ وال کر جدید طرز کے نوجوانوں سے ٹھٹھی رکھوانے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اندرونی انقلاب چاہے ہو یا نہ ہو۔ مگر بیرونی

شُعَبِ تَعْلِيمِ

مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء کو حضرت مولانا ابوالنصر محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن نے دارالعلوم عزیزیہ کے طلبہ کا سہ ماہی امتحان لیا۔ حسب ذیل کتب کا امتحان لیا گیا۔
ترجمہ القرآن۔ بیضاوی شریف۔ جلالین شریف۔ شرح عقاید۔ تفتی۔ صدر۔ حامی۔ ہدایہ اولین سے شرح و قاید۔ اصول شاشی۔ شرح تہذیب۔ قطبی رح میر۔ مختصر معانی۔ ہدیہ سعیدیہ۔ بشرح حامی۔ حمد اللہ۔ قدوسی۔ سکنہ نامہ۔ نذر الانقیاح۔ ہدایت النسخ۔ فضول اکبری۔ بوستان گلستان۔ کتاب البصرت ابواب البصرت۔ مدار الارواح۔ کنز الدقائق۔ صفری۔ تحریف الاشیاء۔ شرح نامہ عامل۔ ملا بدمنہ۔ مصدر فیض بشیخ عطار وغیرہ وغیرہ۔

جن طلبہ نے امتیازی نمبر حاصل کئے۔ ان میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ مدرسہ تعلیم القرآن کے طلبہ کا بھی امتحان لیا گیا۔ ان میں بھی کامیاب طلبہ کو انعامات دئے گئے۔

مجلس مرکزیہ حزب البائضار بھیر کی عظیم الشان سالانہ کانفرنس
۶ صفر یکم ۲ ربیع اول مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷ فروری بروز جمعہ ہفتہ، اتوار ہوگی

